پاکستان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا خواتین کا مقبول ترین ہفت روزہ

خواتین کا اسلام

عید مبارک

1091

بدھ یکم شوّال 1445ھ مطابق 10- اپریل 2024

زندگی میں رنگ اُن کے دَم سے!

دعوتِ شیراز اور دعوتِ سمرقند!

قیمت: ۴۰ روپے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

القرآن

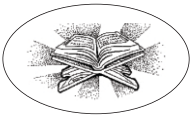

سچائی کا بدلہ

اللہ (تعالیٰ) ارشاد فرمائیں گے کہ یہ وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے ان کا سچا ہونا کام آئے گا، ان کو باغ ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش ہے اور وہ لوگ اللہ سے راضی اور خوش ہیں، یہ بڑی کامیابی ہے۔

(سورۃ انعام)

الحدیث

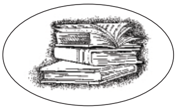

چار عظیم صفات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تجھ میں چار صفات موجود ہوں تو پھر دنیا کے کسی نقصان پر تجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ وہ چار صفات یہ ہیں: امانت کی حفاظت کرنا، سچی بات کہنا، اچھے اخلاق سے پیش آنا اور رزقِ حلال کمانا۔''

(رواہ احمد)

حجاب ہی اصل حسن ہے!

ام حماد۔ راولپنڈی

ایلز بیتھ بینسن گزشتہ دس سال سے خلیج میں مقیم ہیں۔ اس دوران میں وہ اسلام کی حقانیت سے روشناس ہوئیں، پردے کی اہمیت کو سمجھا اور حلقہ بگوش اسلام ہونے کے ساتھ ساتھ حجاب پہننے کا اہتمام بھی شروع کر دیا۔ بقول ایلز بیتھ: ''میں مغربی معاشرے میں پروان چڑھی لیکن وہاں ایسا محسوس کرتی تھی کہ اس ماحول میں اجنبی ہوں۔ ایک اضطراب اور بے چینی تھی جو میرے ساتھ ساتھ چلتی تھی۔ یہ بے چینی مجھے خلیج لے آئی۔ یہاں آکر میری بے قرار طبیعت کو قرار آنے لگا۔ میری ملاقات ایک عمانی خاندان سے ہوئی۔ اس خاندان کے لوگوں نے مجھے پردیس کا احساس نہیں ہونے دیا۔ جب میں نے پردے کے بارے میں استفسار کیا تو ان کی باتیں اور ان کے دلائل میرے دل کو چھوتے ہوئے محسوس ہوئے۔ مجھے برقع اور حجاب کی بابت بتائی جانے والی باتیں اپنے دل کی آواز محسوس ہوئیں اور میں حجاب کا اہتمام کرنے لگی۔

اکثر مغربی خواتین حجاب کو پسند کرتی ہیں لیکن جھجک ان کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے۔ میں اس حقیقت کا خاص طور پر اعتراف کرنا چاہتی ہوں کہ حجاب نے ہی مجھے نورِ ہدایت کی طرف بڑھنے اور مطالعہ حق کی ترغیب دی۔ حجاب دراصل عورت کے حسن میں اضافہ کرتا ہے اور اس کی حفاظت کا سبب بنتا ہے۔ یہ صنف نازک کو اس کا اعلیٰ مقام عطا کرتا ہے جو خالق کائنات نے حوا کی تخلیق کر کے دیا تھا۔ حجاب ہی دراصل وہ ذریعہ ہے جو مردوں کو عورتوں کے احترام پر مجبور کرتا ہے۔ اس کی لذت اور چاشنی سے مغرب کی عورتیں ناآشنا ہیں۔''

ایلز بیتھ بینسن مغرب کی ظاہری مگر درحقیقت قیود و تنگ نظری کی بات کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ اہل مغرب جو جمہوری اور آزادی اظہار رائے نیز آزادیِ نسواں کے دعویدار بنتے ہیں، میں ان سے پوچھتی ہوں کہ کیوں وہ اپنے دعوؤں میں سچے نہیں ہیں؟ کیوں ایک پردہ دار عورت کو اس معاشرے سے کاٹ کر اسے عضو معطل قرار دینا چاہتے ہیں؟ اگر وہ اپنے آپ کو انسانیت کا علمبردار گردانتے ہیں تو اپنی سوسائٹی میں ایک پردہ دار خاتون کے لیے کسب معاش اور تعلیم کے دروازے کیوں بند کر دیتے ہیں؟ کیا یہی ان کی جمہوریت ہے؟ کہاں ہے ان کی انسانی آزادی؟ فکر و عقائد کی آزادی؟ کیوں وہ لوگ جھوٹے دعوے کرتے ہیں؟''

ایلز بیتھ بینسن اپنے والدین اور احباب کے رویہ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتی ہیں:

''میری والدہ ایک کھلے ذہن کی عورت ہیں۔ کچھ عرصہ قبل وہ خلیج آئی تھیں۔ انھوں نے مجھے حجاب پہنتے ہوئے دیکھا لیکن قطعاً کوئی اعتراض نہیں کیا، لیکن میری بعض سہیلیوں نے نہ صرف منہ بنایا بلکہ مجھ سے قطع تعلق کر لیا۔ کچھ نے ای میل پر مجھے برا بھلا بھی کہا۔''

حجاب کی پابندی کرنے کے بعد جو ناقابل فراموش واقعات پیش آئے، ان میں سے ایک کا ذکر کرتے ہوئے ایلز بیتھ بینسن نے بتایا کہ ''ایک امریکی سہیلی نے مجھے ڈنر پارٹی میں یہ کہہ کر لے جانے سے انکار کر دیا کہ تمھارے اسکارف کی وجہ سے میری ملازمت خطرے میں پڑ جائے گی، لیکن اسی سہیلی کی سالگرہ کے دن میں نے اپنے مشرف بہ اسلام ہونے کا انکشاف و اعلان کیا۔''

ایلز بیتھ بینسن دبئی میں ملازمت کرتی ہیں اور اسلامی اصولوں کے دائرے میں رہتے ہوئے کام کرتی ہیں ان کا کہنا ہے کہ وہ بہت جلد کوئی اسلامی نام منتخب کر لیں گی اور اسم بامسمّٰی بننے کی کوشش کریں گی۔

بحوالہ: ''اردو میگزین۔'' جدہ''۔ معارف فیچر سروس

☆☆☆

آئینہ گفتار

دعوتِ شیراز اور دعوتِ سمرقند!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

پچھلے دنوں ایک تحریر میں ہم نے ''دعوتِ شیراز'' لکھا تو ایک لکھاری بہن نے پوچھا:

''دعوتِ شیراز کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ اکثر پڑھا ہے لیکن اس سے کیا مراد ہے، وہ نہیں معلوم۔''

عرض کیا کہ تکلفات سے پاک بے تکلفانہ دعوت کو 'دعوتِ شیراز' کہتے ہیں، یعنی جو کچھ بھی دال دلیا ہو پورے خلوص اور تہ دل کے ساتھ مہمان کو پیش کر دیا جائے۔

اس کے برعکس پرتکلف شاندار دعوت کو "دعوتِ سمرقند" سے تعبیر کیا جاتا ہے، مگر کہتے ہیں کہ یہ ایسی پرتکلف دعوت ہوتی ہے جس میں خلوص عنقا اور محض ظاہرداری کی آؤ بھگت ہوتی ہے۔

اسے صلائے سمرقندی بھی کہتے ہیں۔ یعنی ایسی دعوت جو بہت پرتکلف تو ہو مگر ایک تو اُس میں دکھلاوا بہت ہو، پھر خلوص بھی نہ ہو۔

ہم نے جواب تو دے دیا مگر خود ہی جستجو ہوئی کہ آخر ایران کا ایک شہر شیراز سادگی اور بے تکلفی سے کیوں مشہور ہوا اور ازبکستان کا شہر سمرقند تکلف ودکھلاوے سے کیوں؟

دوستوں کے سامنے بات رکھی تو بہت اچھے دوست جناب مولانا اسحاق الہندی نے ہمیں ''دعوتِ شیراز'' کا پس منظر تو بتا دیا۔ معلوم ہوا کہ شیراز تو اپنے قابل فخر فرزند شیخ سعدی شیرازی سے نیک نام ہوا۔ ہوا یوں کہ شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ کسی دوسری بستی میں کسی کے ہاں مہمان ہوئے تو اس شخص نے اُن کا خوب اکرام کیا۔

شیخ سعدی نے دعوت تناول کی اور بعدازاں اس شخص سے کہا کہ میاں! دعوت تو عمدہ تھی مگر دعوتِ شیراز کی تو کیا ہی بات ہے۔

وہ شخص بہت متعجب ہوا کہ خدا جانے اس دعوت میں کیا کچھ ہوتا ہوگا۔

آخر ایک مرتبہ وہ شیخ کا مہمان ہوا تو شیخ سعدی نے اس کے سامنے گڑ اور روٹی رکھی اور کہا: ''کھاؤ۔''

وہ استعجاب سے پوچھنے لگا:

''شیخ! وہ دعوتِ شیراز کہاں ہے جس کا آپ تذکرہ کرتے تھے؟''

شیخ نے جواب دیا: ''یہی دعوت شیراز ہے اور یہ تمھاری دعوت سے اس لیے بہتر ہے کہ اس میں مہمان دس برس بھی ساتھ رہے تو طبیعت اور جیب پر گراں نہیں ہوگا۔''

ویسے شیخ نے ہمیشہ کی طرح بڑی حکمت کی بات فرمائی۔

خیر اس سے دعوت شیراز کا پس منظر تو پتا چل گیا لیکن دعوتِ سمرقند کا پس منظر ابھی تک معلوم نہیں ہوسکا۔

اچھا، یہاں ایک نکتہ ملحوظ خاطر رہے کہ ''دعوتِ شیراز'' تکلفات سے پاک پرخلوص دعوت ہوتی ہے، اِس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مہمان کے لیے کوئی اہتمام کیا جائے (جیسا کہ پہلے دن اہتمام کی تاکید بھی آئی ہے) تو وہ دعوت، دعوتِ سمرقند کہلائے گی!

جی نہیں، کوئی دعوت ''دعوتِ سمرقند'' یا ''صلائے سمرقندی'' تب کہلائے گی جب خلوص عنقا اور دکھلاوا ہو، رسمی ظاہرداری اور آؤ بھگت ہو۔ ورنہ خلوص ہو تو خوش دلی اور بے تکلفی کے ساتھ اہتمام والی دعوت بھی دعوتِ شیراز ہی کہلائے گی۔

آج آئینہ گفتار میں ''دعوت'' کا ذکر کچھ زیادہ ہی ہوگیا، شاید اس لیے کہ یہ عیدالفطر کا شمارہ ہے، اور عید اور دعوتوں کا گویا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

خیر اس شمارے کو ترتیب دینے لگے تو ہمیشہ کی طرح شعوری کوشش کی کہ شمارے میں عید کی مناسبت سے غم کے رنگ بالکل بھی نہ ہوں، ہر تحریر اور تحریر کی ہر سطر سے بس مسرتیں چھلکیں مگر یہ ممکن نہ ہوسکا۔ جب ہمارے اپنے بہن بھائی اور بچے غزہ میں، اپنے ٹوٹے گھروں میں بے کسی کی عید منا رہے ہیں تو دل سے خوشی ومسرت بھلا کیسے چھلکے؟

بہرحال عید منانا تو حکم خداوندی ہے۔ سو ہم اپنی خوشیوں میں اہل غزہ کو شامل کر کے بھی خوشی منا سکتے ہیں۔ سنا ہے وہاں گھر گھر فاقہ ہو رہا ہے۔ فاقوں کے بعد کسی وقت کچھ ملتا ہے تو بھی شیخ سعدی والی ''دعوتِ شیراز'' یعنی گڑ اور خبز (روٹی) اور وہ بھی بمشکل۔

ملک عزیز کے مختلف مستند دینی فلاحی ادارے وہاں کھانا، ادویہ اور ضروری سامانِ حیات پہنچا رہے ہیں، ان سے بڑھ چڑھ کر تعاون کیجیے۔ اپنے بچوں کو ترغیب دیجیے کہ وہ اپنی عیدی جمع کر کے ان فلاحی اداروں کے ذریعے اپنے غزہ کے دوستوں اور سہیلیوں کو بھجوائیں۔ اس سے ان میں جذبہ خیرسگالی بھی پیدا ہوگا اور امت پنا بھی۔

اللہ تعالیٰ آج کے مبارک دن کے صدقے پوری امت مسلمہ سے راضی ہوجائے، آمین!

والسلام

مدیر مسئول

محمد فیصل شہزاد

مدیر اعلیٰ: مفتی فیصل احمد | مدیر: انجینئر مولانا محمد افضل احمد خان | مدیر مسئول: محمد فیصل شہزاد

''خواتین کا اسلام'' دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون: 021 36609983 ای میل: fayshah7@yahoo.com

انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk سالانہ زرتعاون: اندرون ملک 2000 روپے، بیرون ملک ایک میگزین 25000 روپے، دو میگزین 28000 روپے

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر خواتین کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جاسکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

اُم محمد سلمان

جب چڑیاں چگ گئیں کھیت!

کیا آپ جانتی ہیں کہ خواتین میں سب سے زیادہ بولا جانے والا جھوٹ کون سا ہے؟

ارے بھئی آپ تو زیرلب مسکرا رہی ہیں۔

اس کا مطلب ہے آپ جانتی ہیں کہ خواتین سب سے زیادہ جھوٹ اپنی عمر کے بارے میں بولتی ہیں۔

جی ہاں! یہ بات واقعی سچ ہے۔ اب چاہے جھوٹ بولنے کی وجہ سے منہ سے کتنی ہی ناگوار بو آئے اور فرشتہ چاہے کئی میل دور چلا جائے مگر یہ طے ہے کہ اللہ میاں کی یہ مخلوق اس بابت جھوٹ بولے گی ضرور (الا ماشاءاللہ)!

ویسے چونکہ ہم خود خاتون ہیں سو اس معاملے میں خواتین کو یہ رعایت دینے کے لیے تیار ہیں کہ اُن سے ان کی عمر کی بابت پوچھا ہی کیوں جائے! بھلا کیوں کسی بے چاری کو جھوٹ جیسے گناہ عظیم کے ارتکاب پر مجبور کرتے کوئی؟ کچھ خدا کا خوف کرنا چاہیے۔ میری نظر میں تو وہ سب لوگ اس گناہ عظیم میں تعاون کے برابر مجرم ہیں جو خواتین سے ان کی عمر پوچھ کے انھیں جھوٹ بولنے پر مجبور کرتے ہیں، اور خصوصاً جب ایسا جرم کرنے والی زیادہ تر خود خواتین ہی ہوں تو یہ تو بہت ہی عجیب ہے!

آخر کسی کو کیا کہ کسی خاتون کی عمر کتنی ہے کتنی نہیں۔ وہ دیکھنے میں کیسی بھی لگتی ہو۔ آخر لوگ کیوں کسی خاتون کی عمر جاننے کے پیچھے پڑ جاتے ہیں؟

اب دیکھیے ذرا، ایک خاتون خانہ اپنی پسند کے بگھارے بینگن پکانے کے بعد ذرا سی دیر کو پڑوسن کا حال احوال لینے کیا پہنچیں کہ وہاں موجود مہمان خاتون نے چھوٹتے ہی انھیں آنٹی کہہ کے سلام دے مارا۔ اُف جسے وہ اپنے سے بڑی سمجھ رہی ہوں، وہی انھیں آنٹی کہہ جائے تو اس وقت اس خاتون کا درد کون سمجھ سکتا ہے؟

یقیناً اس درد کی صحیح ترجمانی متاثرہ خاتون ہی کر سکتی ہیں۔ کیا کسی پہاڑ کا وزن ہوتا ہوگا جو اس ایک لفظ آنٹی کا ہے، لیکن خیر آپ نہ بتانا چاہیں تو ٹال دیجیے۔ بات گھما دیجیے، بلکہ مخاطب سے الٹا انہی کی عمر کے بارے میں سوال کر لیجیے۔ حساب برابر! مگر خدارا جھوٹ بولنے سے احتراز کیجیے۔ ناحق کسی معصوم فرشتے کو تکلیف نہ دیجیے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے، دو خواتین کسی تقریب میں ملیں اور گپ شپ کرنے لگیں۔ ایک نے دوسری کی عمر پوچھی۔ اس نے بتایا کہ چالیس سال ہو گئی ہے تو پہلی والی کہنے لگی، ارے آپ کی عمر اتنی زیادہ ہے؟ میں تو کم سمجھی تھی، پھر تو مجھے آپ کو احتراماً باجی یا آپا کہنا چاہیے۔

''جی جی آپ بالکل کہہ سکتی ہیں۔'' دوسری خاتون نے مسکراتے ہوئے کہا، پھر بڑی بے نیازی سے پوچھا: ''اچھا ویسے آپ کی عمر کتنی ہے؟''

''میں تو ابھی بتیس کی ہوئی ہوں۔''

دوسری نے مسکرا کر جواب دیا۔

''ارے واقعی آپ کی عمر بتیس سال ہے!؟ لگتی تو آپ بیالیس کی ہیں۔ دیکھیے تو ابھی سے چہرے پر کتنا پکا پن ہے، میری مانیں تو عرقِ گلاب سے چہرہ دھویا کیجیے۔ مجھے ہی دیکھیے بڑی عمر کے باوجود کتنی کم سن لگتی ہوں!''

(لو بھئی ہو گیا حساب برابر۔ یہاں ہر سیر کو سوا سیر ہے۔)

اب دوسری کا تو چہرہ دیکھنے والا تھا۔ کم عمری کا خمار منٹوں میں اُڑن چھو ہو گیا۔ خاصی جز بز ہوئیں اور اٹھ کے دوسری میز کی طرف چل دیں۔

لو بھئی اور پوچھو عمر! دنیا میں اور باتیں کم ہیں کرنے کے لیے؟

ویسے عورتیں اپنی عمر چاہے کتنی ہی کم بتائیں، یہ بھی حقیقت ہے کہ مردوں سے زیادہ عمر پاتی ہیں۔ یقین نہ آئے تو مسجد کے لاؤڈ اسپیکروں سے ہونے والے اعلانات سن لیجیے۔ آئے دن کوئی شفیق، کوئی رفیق، کوئی عدنان، کوئی حاجی عبدالمنان، کوئی مولوی عبدالقدوس یا کوئی ڈاکٹر سمیع اللہ فوت ہو رہا ہوتا ہے۔ بہت کم ہی کسی عقیلہ، شکیلہ، جمیلہ یا ام فلاں، زوجہ فلاں کے انتقال کی خبر آتی ہے، لیکن خیر ہم کیا کہہ سکتے ہیں بھلا، جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔

ویسے بھئی ہماری تو مخلصانہ رائے ہے کہ کوئی عمر پوچھے تو ٹھیک ٹھیک بتا دیا کیجیے مگر صرف طبی معائنے کے وقت۔ باقی اوقات میں آپ کو ٹال دینے کا مکمل اختیار حاصل ہے۔ ویسے اگر ہم سے کوئی عمر پوچھے تو کہہ دیتے ہیں کہ چالیس سال اور کچھ مہینے۔ اب آگے کوئی اتنا عقل مند نہیں جو یہ پوچھے کہ چالیس سال سے اوپر جو کچھ مہینے ہیں، خیر سے اُن کے کتنے سال بنتے ہیں؟

چلیں چھوڑیں جی، عمر کی بات رہی ایک طرف، کم بتائیں یا زیادہ، عمر تو جتنی ہے اتنی ہی رہے گی، سانسیں تو کم زیادہ نہیں ہو سکتیں ناں۔ بس اس عمر کو مفید بنانا چاہیے۔ ایسا نہ ہو یہ عمرِ رفتہ ہاتھ سے نکل جائے۔ فرشتۂ اجل سامنے کھڑا ہو اور اس وقت اس پونجی کے ضائع ہونے کا افسوس ہو مگر اس وقت یہ افسوس بھی کسی کام کا نہیں۔

قیامت کے دن یہ سوال بھی پوچھا جائے گا کہ عمر کہاں کن کاموں میں خرچ کی؟ کتنے ہی خوش نصیب لوگ ہوں گے اس دن جو کہہ رہے ہوں گے: ''اللہ میاں! اتنی عمر نماز، روزوں، دیگر فرائض منصبی اور دینی تعلیمات کے سیکھنے سکھانے میں خرچ کی۔ اتنی عمر اپنی بشری ضرورتیں پوری کرنے میں خرچ کی۔ اور جب کبھی کسی گناہ کا داعیہ پیدا ہوتا تھا تو اتنا اتنا وقت اپنے نفس و شیطان کو سمجھانے میں لگتا تھا۔ فارغ وقت میں کثرت سے تجھے یاد کرتے تھے۔ لوگوں کو بھلائی کی باتیں سکھاتے تھے اور خود بھی ان پر عمل کرتے تھے۔''

اور کتنے ہی لوگ ایسے ہوں گے جن کے پاس اُس دن کوئی تسلی بخش جواب نہ ہو گا کیوں کہ وہ اپنی قیمتی عمر اس فانی دنیا کی لذتوں کے حصول میں ضائع کر کے چلے گئے۔ اُس دن خجالت سے دائیں بائیں دیکھتے ہوں گے۔ وہ حسرتیں ہوں گی کہ جن حسرتوں کو خود پر حسرت ہو گی، مگر

اب پچھتائے کیا ہووت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت!

زندگی میں رنگ اُن کے دَم سے!

سیما انجم فرید

”سنیں پاپوش چلنا ہے۔ چوڑیاں اور کھسہ لینا ہے۔“

”ٹھیک ہے شام میں تیار رہنا۔“

”کل حیدری جانا ہے مجھے نئی سینڈل لینی ہے۔“

”اچھا کل تیار رہنا۔“

اسی طرح ”عید کا سوٹ اس مرتبہ گلف مارکیٹ سے لینا ہے۔ طارق روڈ سے ریڈی میٹ سوٹ لینا ہے۔ لالوکھیت چلیں آپ کا کرتا چھپائی کروانا ہے۔ باورچی خانے کے برتن لینے ہیں تو گل سینٹر چلیں۔ لاہور کی تیاری پکڑی تو بولٹن مارکیٹ سے سب کے لیے جیولری کا تحفہ لینا ہے۔ جامع کلاتھ مارکیٹ اور رابی سینٹر سے کام کے کپڑے خریدنے ہیں۔“ وغیرہ۔

اُن کی سنگت میں، میں کہاں کہاں نہ گھومی۔ لاہور کے تو چند بازار کا پتا تھا۔ انار کلی اور رنگ محل، وہاں بھی زیادہ تر بہنیں خریداری کے لیے جاتی تھیں تو میری خریداری بھی کرلیتیں۔ اب شادی کے بعد شوہر نے اپنی ذمے داری بہت اچھی طرح نبھائی۔ بہت مزے انھوں نے کروائے۔

گوشت، سبزی، پھل سب بہترین خرید کر لاتے۔ اچھا لاتے تھے تو پکانے میں بھی مزہ آتا تھا۔ پھر ۲۰۲۲ء آیا۔ اور فالج کے حملے کے بعد سے فرید صاحب کا باہر کی دنیا سے تعلق صرف ڈاکٹر کے پاس جانے تک رہ گیا۔

اب خرید و فروخت کا معاملہ مجھے دیکھنا تھا۔ بلاشبہ دیور اور اس کے بچوں نے بہت ساتھ دیا لیکن دوسروں پر زیادہ دن بوجھ نہ بنے، اس لیے میں نے ہفتے میں دو دن مارکیٹ جانا شروع کیا۔

میں نے تو کبھی دھنیا، پودینہ بھی خود نہیں خریدا تھا ہر چیز یہ خود ہی لاتے تھے یا ان کے ساتھ جاتی تھی۔ اکیلے نکلتے تو بہت گھبراہٹ ہوتی تھی۔ خیر عبایا پہنا، محمد احمد کو ساتھ لیا اور چلی گئی۔ گرمی کا موسم تھا، ٹھیلوں پر آم سجے دیکھے تو دل چاہا لینے کو۔ ”اِن“ کو تو ہر آم کی بخوبی پہچان تھی مجھے نہیں، اس لیے جس ٹھیلے والے سے یہ لیتے تھے اسی کے پاس گئی۔ ٹھیلے والا ان سے واقف تھا۔ تعارف کروایا اور بتایا کہ وہ بیمار ہیں، قیمت میں لحاظ کرنا۔ اس نے کہا بہت اچھا آم دے رہا ہوں۔ بہت میٹھا ہے۔ میں ایک کلو لے رہی تھی اس نے دو کلو لینے پر اصرار کیا۔ میں نے سوچا پرانا جاننے والا ہے اچھی چیز دے رہا ہے، لے لوں۔ گھر آ کر مگر چکھے تو سب کھٹے نکلے۔

یہ پہلا جھٹکا لگا۔ شوہر کی قدر کا احساس بڑھ گیا۔ کیا گھر میں رانی بنا کر بٹھا رکھا تھا ورنہ اکیلی عورت کے لیے یہ دنیا کتنی دھوکے باز ہے۔

پھر ایک دن دوسرے ٹھیلے والے سے آم لیے۔ اسے کہا تم خود آم نکال دو مجھے پہچان نہیں۔ وہ بولا جی باجی جو حکم! پھر گھر لا کر پانی میں آم بھگونے لگی تو دو تین آم گلے ہوئے نکلے۔ اسی طرح کیلے والے سے کیلے ایک درجن لیے۔ گھر میں تعداد گیارہ پہنچی۔ عورت کو دنیا بے وقوف بناتی ہے۔ مرد کا حصار اسے ہر نقصان سے بچاتا ہے۔ اکیلی عورت شجر سے ٹوٹے پتے کی طرح اِدھر اُدھر ڈولتی پھرتی ہے۔ مرد کا ساتھ اس کے قدم جڑ کی طرح مضبوط بنا دیتا ہے۔

ایک دکان سے سودا لیتی تو وہاں سے سامان اٹھانا بھول جاتی۔ کبھی کوئی دکان دار ہمارے پیچھے آواز لگاتا، کبھی گھر آ کر یاد آتا تو محمد احمد کو دوڑاتی جا کر دیکھو فلاں دکان پر چھوڑ آئی ہوں گی۔

پھر اس کا حل یہ نکالا کہ ایک بار بولٹن مارکیٹ سے کھدر کے کپڑے کے تھیلے خریدے تھے۔ محمد احمد وہ تھیلا کندھے پر ٹانگ لیتا ہے اور میں سودا خرید کر اس کے حوالے کرتی رہتی ہوں۔ اس طرح اب کوئی چیز گم نہیں ہوتی۔

ان کی بیماری کے بعد یہ احساس بہت اجاگر ہوا کہ عورتیں مرد کو وہ حیثیت نہیں دیتیں جس کا وہ حق دار ہے۔ مدرسے میں اتنی عورتوں کے واقعات سنتی رہتی ہوں کہ اس کو طلاق ہوگئی، فلانی کو خلع لینی پڑی۔ اب بچوں کے ساتھ مشکلات میں گھری ہوئی ہیں۔ زندگی اُن کی پھیکی اور تھکا دینے والی ہے۔ شوہر کی محبت سے ہری بھری رہتی ہے، جدائی کے بعد خزاں رسیدہ ہو جاتی ہے۔

ایک عورت کا واقعہ سنا۔ اس کا شوہر بچے کے ڈائپر نہیں لاتا تھا اس لیے طلاق لے

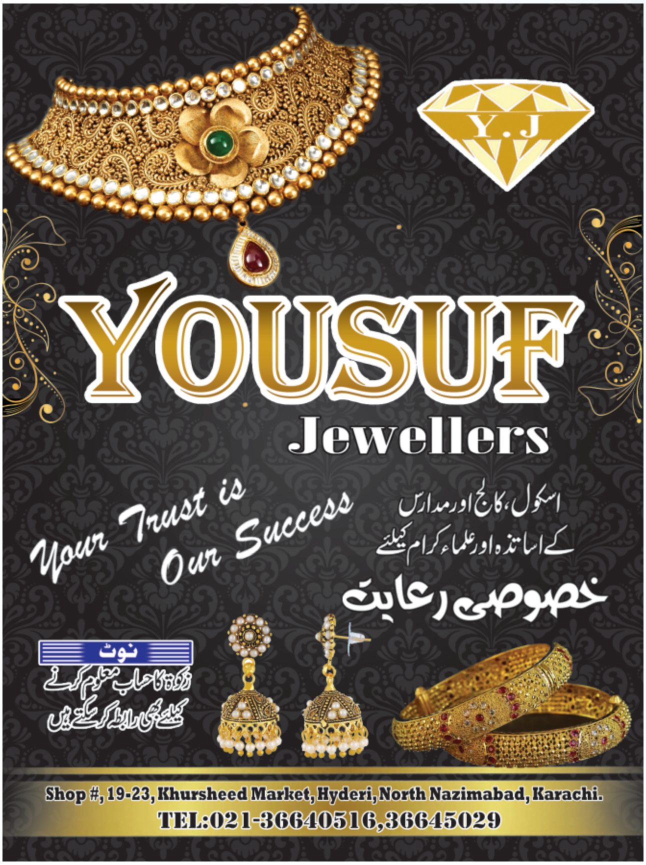

لی۔ دوسری کا واقعہ سنا کہ شوہر نے دوسری شادی کی تو اس نے طلاق لے لی۔ بچے ماں باپ کے رشتہ ٹوٹ جانے پر بکھر جاتے ہیں۔ ان کی شخصیت کمزور ہو جاتی ہے۔ باپ کا ساتھ ان میں اعتماد پیدا کرتا ہے۔

عورت کو اپنا دنیوی و آخرت کا گھر مضبوط بنانا ہے تو چھوٹی چھوٹی بات پر شوہر کو ناراض نہ کرے، علیحدگی کا نہ سوچے اور یاد رکھے کہ جب شوہر اس سے راضی ہوگا تو اللہ رب العزت کی خوشنودی حاصل ہوگی۔

فریدکی جو میں نے خدمت کی، پورے خلوص سے کی، جزا کے بارے میں کچھ نہیں سوچا لیکن ان کے الفاظ جو سننے کو ملتے ہیں تو یہ قول پورا ہوتا نظر آتا ہے۔

''عورت چاہے تو مرد کو اپنی خدمت سے جیت سکتی ہے اور اس کو فتح کرسکتی ہے۔''

آج میرے خاوند میرے مدرسے سے آنے کے انتظار میں گیٹ پر نظر جمائے بیٹھے رہتے ہیں۔ میں جب سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آتی ہوں تو محبت سے آگے بڑھ کر میرا خیر مقدم کرتے ہیں۔ کھانا ہم ساتھ کھاتے ہیں۔ میری خدمت، محنت کو سراہتے ہیں۔

سردی میں ایک دن سوپ بنایا جو انھیں بہت پسند ہے۔ پینے کے بعد بولے، تم نے مجھے سکون پہنچایا ہے۔

میں سن کر ہنسی اور بولی: ''چلیے جلدی سے میرے لیے اللہ سے دعا کریں۔''

بہنو! میاں بیوی کا بہت خوب صورت اور مضبوط رشتہ ہے۔ عورت اپنے گھر سے جڑی ایسی اینٹ ہے جو دیوار سے جڑی رہے تو اس کی حیثیت ہے۔ دیوار سے اینٹ الگ ہو جائے تو دنیا کی ٹھوکر میں آجاتی ہے۔

ان کی قدر کریں کہ دن بھر آپ کے لیے اور بچوں کے لیے محنت کرتے ہیں۔ اپنی محنت کو بہت اہمیت نہ دیں۔ وہ گھر سے باہر بہت مشکلات دیکھتے ہیں۔ آپ کو تو اپنے گھر میں کام کے ساتھ آرام بھی ملتا ہے۔

دنیا کے معاملات جب آپ سنوار لیں گی تو آخرت کے معاملات بھی اللہ بہتر کردے گا۔

دعاؤں کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے شوہر کو کامل صحت عطا کرے، آمین!

☆☆☆

آپ کا بچہ آپ سے کیا چاہتا ہے؟

فرحت اشتیاق

آپ کا بچہ:

آپ والدین بڑے وہ ہیں۔ چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر مجھے مارتے پیٹتے، برا بھلا کہتے ہیں، دوسروں کا غصہ بھی مجھ پر نکالتے ہیں۔ ایسا کرتے ہوئے آپ بھول جاتے ہیں کہ آپ بھی کبھی بچے تھے۔ میری خواہش ہے کہ آپ خود میں تبدیلی پیدا کریں۔ اپنے غصے اور جذباتی پن پر قابو رکھیں، کیونکہ مجھے آپ کی مدد، دوستی، محبت اور رہنمائی کی ضرورت ہے۔ آئیں ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ شاہراہِ زندگی پر یہ سفر ہنستے مسکراتے اور افہام وتفہیم کے ساتھ طے کیا جاسکے۔

۱۔ جب میں کوئی اچھا کام کروں تو مجھے شاباش ضرور دیں۔ اس سے میری حوصلہ افزائی ہوتی ہیں اور خوشی کا احساس ہوتا ہے۔

۲۔ مجھ میں ایسی مہارتیں پیدا کریں جو تاحیات میرے ساتھ رہیں۔

۳۔ میری فیملی میں ایسی سرگرمیاں ہوں جن سے میں ہر فیملی ممبر کی قربت محسوس کرسکوں۔

۴۔ مسجد میں مجھے اپنے ساتھ لے جائیں۔ نماز پڑھنا، نماز کے بعد ایک دوسرے کا حال احوال دریافت کرنا اور لوگوں سے ہاتھ ملانا مجھے اچھا لگتا ہے۔

۵۔ اپنے وعدے کا پاس کریں، کیونکہ جب آپ کسی اچھے کام پر مجھے انعام دینے کا وعدہ کرتے ہیں مگر نہیں دیتے تو میری نظروں میں آپ بااصول نہیں رہتے۔

۶۔ میرے ایمان اور صحت وسلامتی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں۔ اس سے میں اپنے آپ کو خوش قسمت اور محفوظ تصور کرتا ہوں۔

۷۔ کبھی کبھی میرے لیے کھانے کی کوئی چیز وافر مقدار میں لائیں اور مجھے اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر کھانے کا موقع دیں۔ اس سے مجھ میں وسعتِ قلبی، اخوت اور محبت کا احساس پیدا کر ہوتا ہے۔

۸۔ عشاء کی نماز کے بعد مجھے سو جانے کا موقع دیں اور صبح جلدی بیدار کردیا کریں۔ کیونکہ جب میں نیند پوری کر کے اٹھتا ہوں تو دن بھر ہشاش بشاش رہتا ہوں اور دل لگا کر کام کرنے کو جی چاہتا ہے مگر جس دن تاخیر سے سونے کا موقع ملے تو اگلے دن بوریت سی ہوتی ہے، کسی کام کو جی نہیں چاہتا۔

۹۔ اس بات کا دھیان رکھیں کہ موبائل اور ویڈیو گیمز وغیرہ میری اخلاق اور جسمانی صحت کو خراب نہ کرنے پائیں۔

۱۰۔ جب کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو میرے ساتھ براہ کرم چیخ چلا کر بات نہ کریں۔ آپ کو لال پیلا دیکھ کر میں اپنے آپ کو خوف زدہ اور بکھرا بکھرا سا محسوس کرتا ہوں۔

۱۱۔ کبھی کبھی چھٹی کے دن مجھے اپنے ساتھ سیر و تفریح کے لیے لے جائیں۔ سبز گھاس، خوبصورت پھول، آبشاریں، جھولے، پرندے اور جانور مجھے اچھے لگتے ہیں۔

۱۲۔ سزا دیتے وقت یہ بتانا نہ بھولیں کہ مجھے سزا کیوں دی جارہی ہے؟ ایسی وجہ بتائیں جو میری سمجھ میں آسکیں۔

۱۳۔ میری موجودہ غلطی کے ساتھ گذشتہ غلطیوں کی فہرست نہ دہرائیں، بڑوں سے بھی غلطیاں ہوتی ہیں۔ میں تو پھر بھی بچہ ہوں۔

۱۴۔ مجھے نکما، بے وقوف اور گدھا کہہ کر نہ پکارا کریں۔ کیا آپ ڈکشنری میں میرے لیے اس سے اچھے الفاظ موجود نہیں؟

۱۵۔ جب آپ مجھے خود قرآن مجید پڑھاتے ہیں اور اسکول کا ہوم ورک کرنے میں میری مدد کرتے ہیں تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ آپ کو واقعی مجھ سے محبت ہے، ورنہ آج کل والدین کے پاس اپنے بچوں کے لیے وقت کہاں ہے؟

(جاری ہے)

یتیم بچے کا مشہور واقعہ

مولانا مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی

سوال: یکم شوال ۴۴ھ بروز ہفتہ روزنامہ اسلام میں ''عید کی حقیقی خوشی'' کے عنوان سے یہ مضمون شائع ہوا ہے:

''مدینے کی گلیوں میں خوب رونق تھی نمازِ عید کے لیے بچے بوڑھے نوجوان سب خوشی خوشی تیاری کررہے تھے، نماز عید ہوچکی تو بچے کھیل کود میں مصروف ہوگئے۔ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عید سے فارغ ہوکر گھر تشریف لے جارہے تھے کہ راستے میں آپ علیہ الصلوٰۃ و السلام کی نظر ایک کمسن اور پریشان حال بچے پر پڑی جو میدان کے ایک کونے میں بیٹھا اداس غم سے آنسو بہارہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور بہت پیار سے دست شفقت رکھا اور پوچھا بیٹا کیوں رو رہے ہو؟ بچے نے روٹھے ہوئے انداز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ مبارک اپنے سر سے ہٹایا اور کہا کہ مجھے چھوڑ دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگلیاں مبارک اس کے سر پر پھیرتے ہوئے فرمایا بیٹا بتاؤ تو سہی آخر کیا بات ہے؟ کیا ہوا ہے میرے بیٹے کے ساتھ؟ بچہ اپنے آپ کو ضبط نہ کرسکا، غم کا مارا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اپنے سر کو دونوں رانوں کے درمیان رکھتے ہوئے کہنے لگا۔ میرے والد غزوہ بدر میں شہید ہوگئے، ماں نے دوسری شادی کرلی ہے۔ میری جائیداد پر دوسروں نے قبضہ کرلیا ہے اور سوتیلے باپ نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔ آج سب بچے اچھے کپڑے پہنے کھیل رہے ہیں اور میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بچے غم نہ کر، میں بھی بچپن میں یتیمی کے مراحل برداشت کرچکا ہوں۔ اب تک بچے کو علم نہ تھا کہ میں کس سے مخاطب ہوں؟ اب جب بچے نے سر اٹھا کر دیکھا تو شرما سا گیا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درد بھری آواز میں فرمایا، اگر میں تمھارا والد، عائشہ تمھاری ماں اور فاطمہ تمھاری بہن ہو تو خوش ہو جاؤ گے؟ بچے کا غم مسکراہٹ میں تبدیل ہوگیا۔ آپ علیہ السلام بچے کو گھر لے گئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ یہ تمھارا بیٹا آگیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سارا قصہ سمجھ گئیں۔ بچے کو نہلانے دھلانے کے بعد خوب کھانا کھلایا اور فرمایا جاؤ باہر مزے سے دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلو۔'' آگے طویل تبصرہ ہے جس میں وعظ ونصیحت کے ساتھ خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ بھی نقل کیا گیا ہے۔ یہ یتیم بچے والا واقعہ خطیب حضرات بھی بڑے درد انگیز اور غم ناک لہجے میں بیان فرماتے اور لوگوں کو رلاتے ہیں، اس واقعے کا ماخذ کیا ہے؟ کتب حدیث وسیرت میں کہیں مذکور ہے تو اس کا حوالہ درج کیجیے۔

جواب: حوالہ دینا تو ان خطباء واعظین کی ذمے داری ہے جو اس واقعے کو بڑھا چڑھا کر منبر رسول پر بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث متواتر یقیناً ان حضرات کے علم میں ہوگی: من كذب علی متعمدا فليتبوأ مقعده من النار! (جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ کی نسبت کرے وہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنالے) یہ ارشاد نبوت ہر مسلمان کو ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیے۔ جب بھی حدیث رسول کے نام سے کوئی چیز بیان کرے، سوچ کر اطمینان کرلے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اس کی نسبت درست ہے یا نہیں؟ بلا تحقیق وتصدیق کوئی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کرنا سنگین جرم ہے۔

ان تمہیدی کلمات کے بعد جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ کتب حدیث یا کتب سیرت میں کہیں مذکور نہیں بلکہ کسی بھی مستند دینی کتاب میں درج نہیں، ایک مجہول سی کتاب التحفة المرضية میں بلا حوالہ یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے، تلاش وجستجو کے بعد کتاب اور صاحب کتاب کا یہ مختصر سا تعارف دستیاب ہوا: التحفة المرضية فی الاخبار القدسية والاحاديث النبوية الشيخ عبدالمجيد بن علی العدوی المصری الخادم بالضريح الزينی المتوفی ۱۳۰۳ھ مطبوع المصر۔

(ايضاح المكنون فی الذيل علی كشف الظنون للشيخ اسماعيل باشا بن محمد امين البغدادی/۲۵۸)

لگتا ہے مصنف ایک صوفی منش بزرگ اور ایک مزار کے خادم ومجاور تھے۔ شیخ محمد عبدالسلام خضر الشیقری المصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول یہ کتاب جھوٹی روایات وحکایات سے پر ہے۔ ایسی کتاب میں بلاحوالہ کسی واقعے کا اندراج خود اس کے غیر معتبر اور غیر مستند ہونے کی دلیل ہے۔

موصوف لکھتے ہیں: وقصة اليتيم التی تقرأ علی المنابر ايام الاعياد وفيها: وجده صلی الله عليه وسلم يبكی يوم العيد فقال! ايها الصبی مالك تبكی؟ فقال له دعنی فان ابی مات فی الغزو مع رسول الله صلی الله عليه وسلم وليس لی طعام ولاشراب فأخذ بيده وقال اما ترضی ان اكون لك ابا وعائشه اما الخ وقدفتشت عليها كثيرا فی الكتب فلم اجدها الا فی كتاب التحفة المرضية وهو قدحوی من الخرافات والاكاذيب والترهات شيئا كثيرا۔ وقد جعلها الروينی فی ديوانه خطبة العيد الفطر فاحذروا الكذب علی رسول الله صلی الله عليه وسلم فوق المنابر (السنن والمبتدعات المتعلقة بالاذكار والصلوات ص ۹۰)

مختصر یہ کہ یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا اور بیان کرنا جائز نہیں۔ اسی سے ملتا جلتا ایک دوسرا واقعہ کتب حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عقربہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ احد میں شہید ہوگئے۔ اُن کے بیٹے بشر بن عقربہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روتے دیکھا تو اپنے ساتھ سوار کیا اور ان کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اما ترضیٰ ان اكون انا اباک وتكون عائشة امک!

(کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ میں تمھارا باپ اور عائشہ تمھاری ماں ہوں؟)

یہ واقعہ بہت سی کتب میں مذکور اور ثابت ہے اور پہلے واقعے سے مختلف ہے۔ ملاحظہ ہو: شعب الایمان للبیہقی ۷/۵۲۸ ۳ حدیث: ۱۱۰۴۴۔ مجمع الزوائد ۸/۱۶۱۔ کنز العمال ۱۳/۲۹۸ معرفة الصحابة لابی نعیم ۴/۷۵۔ التاریخ الکبیر للبخاری ۲/۷۸۔ تاریخ دمشق لابن عساکر ۱۰/۳۰۰ وقال الالبانی رحمہ اللہ تعالیٰ اسنادہ صحیح اوقریب منہ۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۷/۷۵۴

☆☆☆

یہ دنیا ایک قید خانہ

بنت نجم الدین
ڈیرہ اسماعیل خان

آج کتنے دن ہونے کو آرہے تھے مگر گھر والوں کی شاپنگ ہی ختم نہیں ہو رہی تھی۔ فروہ کا تعلق متوسط گھرانے سے تھا۔ بھائیوں اور بڑی بہن کی خواہش تھی کہ فروہ کو سب چیزیں ملنی چاہیے۔ یہی وجہ تھی کہ ضرورت سے بڑھ کر سامان آرہا تھا۔ بڑی بہن لاتی تو اسے بٹھاتی، دکھاتی: ''دیکھو یہ بیڈ شیٹ کیسی ہے؟''

''باجی! سات تو ہو گئی تھیں آٹھویں پھر لے آئیں؟''

''بھئی ہر ایک کا اپنا ڈیزائن، اپنا رنگ اور کپڑا مختلف ہے۔''

بڑی باجی نے کہا۔

''لیکن یہ تو اسراف ہے باجی، پھر دو دو ڈنر سیٹ ہو تو گئے تھے یہ الگ سے برتن شیشے کے گلاس، کئی ڈیزائنوں میں، کئی سائز میں۔''

''فروہ! ضرورت پڑیں گے۔''

''اتنے قیمتی برتنوں کی کہاں ضرورت پڑے گی۔ مجھے تو لگتا ہے یہ ایسے ہی ڈبوں میں بند پڑے رہیں گے۔'' فروہ دکھ سے بول رہی تھی۔

''ہاں تو شوکیس میں سجانے کے لیے ہی تو ہوتے ہیں یہ قیمتی برتن۔''

''باجی! ضرورت سے آگے نہ بڑھیں، مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا۔''

''خاموش رہو تم! میں تو اپنے ارمان پورے نہ کر سکی لیکن تمھیں بے ارمان دیکھ نہیں سکتی۔''

''باجی! سچ مانیے میرے دل میں کوئی ارمان نہیں ہیں۔ میں تو ایسی زندگی چاہتی ہوں جہاں سکون ہو۔ اللہ ہی کے لیے وقت زیادہ ملے، کم سامان ہوگا تو صفائیوں کے جھنجھٹ ہوگی نہ خراب ہونے کی فکر، باجی! میں ایسی شادی چاہتی ہوں جس میں صرف برکت ہو، کم سے کم خرچ خوشیاں زیادہ۔''

''تمھیں تو بھئی اللہ ہی خوش کرے گا ہمارے بس کی بات نہیں۔''

باجی جھنجھلا کر بولی تھیں۔

فروہ چپ رہ گئی۔

☆......☆

جہیز کا تقریباً سب ہی سامان پورا ہو چکا تھا۔ بڑی بہن نے پوچھا کوئی خواہش تو باقی نہیں رہ گئی، ہم نے ویسے کوئی کمی تو چھوڑی نہیں۔''

وہ پھر بھی دل میں چھپی خواہش کا اظہار نہ کر سکی۔

تانیہ فروہ کی بہترین سہیلی تھی، اس دن وہ مدرسے سے چھٹی کر کے فروہ سے پسندیدہ تحفے کے پوچھنے کے لیے چلی آئی۔

''بتاؤ کیا لوگی فروہ؟ جو کہوگی دوں گی، ویسے بظاہر تو کمی نظر نہیں آرہی، ماشاء اللہ تمھارے جہیز میں ہر چیز ہے، پھر بھی تمھارے دل میں ہے کوئی چیز تو بتاؤ۔''

''وعدہ کرو تانیہ! پورا کرو گی؟''

''ہاں تو میں پوچھ کس لیے رہی ہوں پھر۔''

''تانیہ! میرا دل چاہتا ہے کہ میں مٹی کے برتن میں پکاؤں کھاؤں، اپنی ہر ضرورت میں استعمال کروں لیکن یہاں میں اپنی خواہش پوری نہ کر سکی۔''

اس کی آواز بھرا گئی۔

''مجھے یہ رنگ برنگی ضرورت سے زائد چیزیں ذرا اچھی نہیں لگتیں تانی! میں نے جب سے مدرسے کا رخ کیا تبھی سے میں نے اس دنیا کو قید خانہ تصور کیا ہے۔ اصل زندگی تو وہی ہے جو ہمیشہ رہے گی، یہ مچھر کا پر دنیا اس کا کہاں مقابلہ کر سکتی ہے؟ میرے سامنے ہر وقت میرے اعمال ہوتے ہیں اور فکر آخرت، دنیا کی فکر سے میں خود کو آزاد کرنا چاہتی ہوں، اور میرے گھر والے میرے سامنے دنیا ہی کو ڈھیر کر رہے ہیں۔ اب بتاؤ ان چیزوں میں اگر میرا دل لگ گیا تو کتنے نقصان کی بات ہے؟ ہم جب گاؤں میں ہوتے تھے تو میری دادی جان مٹی کے برتن استعمال کرتی تھیں۔ مجھے وہ بہت اچھا لگتا تھا، جب امی لوگ شہر آئے تو میں دادی کے ساتھ ہی رہی، میں اس ماحول کو چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئی، میں نے پانچ سال گزارے دادی اماں کے ساتھ مگر دادی کی وفات کے بعد مجھے یہاں آنا پڑا، لیکن ان پانچ برسوں میں یہاں میرے اپنے بہت بدل چکے تھے، ان کی سوچیں ان کی زندگی سب کچھ ہی۔''

فروہ دکھی لہجے میں بول رہی تھی۔

''میں نے یہاں صرف دو سال مزید اسکول پڑھا، پھر مدرسے میں گئی جو میرے لیے تربیت گاہ بھی ثابت ہوا اور میرے لیے روحانی غذا بھی۔ صد شکر کہ میرے اللہ نے مجھے اس راہ کے لیے چن لیا۔ باجی مجھے ہر روز خریدا ہوا سامان دکھاتی ہیں۔ ویسے تو میں جہیز کے نام پر ایک چیز بھی نہیں لینا چاہتی تھی مگر ضرورت کی دو چار چیزوں کا تحفہ تو چلو ٹھیک تھا لیکن یہاں تو اتنا اسراف ہو رہا ہے کہ میں بہت پریشان ہو گئی ہوں۔ میں نے کہا بھی کہ یہ سب نہ دیں، اگر تحفہ ہی دینا ہے تو مجھے عمرہ کروا دیں مگر کسی نے نہیں سنا اور اب آگے میرا دل ڈر رہا ہے کہ شادی کی تقریبات میں نجانے کتنا اسراف ہوتا ہے۔''

''اچھا اچھا تم دل چھوٹا نہ کرو، اتنا سب نصیبوں سے ملتا ہے، تم بس خوش رہو۔''

فروہ اداسی سے بولی: ''تانیہ! ہم لوگوں میں دنیا داری بہت بڑھ گئی ہے۔ پچھلے دنوں تایا کی بیٹی کی شادی ہوئی، انھوں نے اتنا جہیز دیا کہ پورے خاندان میں واہ واہ ہوئی، اب باجی یہی واہ واہ چاہتی ہیں، اس لیے ڈیڑھ لاکھ قرض دیا ہے انھوں نے، میرے اپنے سائبان قرض کے بوجھ تلے دب رہے ہیں صرف دنیا کی خاطر، مجھے بہت دکھ ہے اس بات کا۔''

''ہاں فروہ! قرض دار ہو کر مال کو بڑھانا، یہ تو مجھے بھی اچھا نہیں لگا۔''

پھر اگلے دن تانیہ مٹی کے برتنوں کا سیٹ لے آئی، جسے دیکھ کر فروہ کا چہرہ تو کھل اٹھا، گھر والوں کے منہ بن گئے، مگر فروہ کو کسی کی پروا نہ تھی۔ اسے تانیہ کا تحفہ سب سے بڑا تحفہ لگا۔

''تانیہ! تم نے مجھ پر بہت احسان کیا ہے۔ میں دعاؤں میں ہمیشہ تمھیں یاد رکھوں گی۔''

فروہ نے تانیہ کا شکریہ ادا کیا۔

تانیہ کے جانے کے بعد بھی وہ اُن برتنوں کو بار بار دیکھ رہی تھی۔ بڑی باجی نے چڑ کر کہا، فروہ! تم بہت ناشکری ہو، ایک سے ایک قیمتی سامان ہم نے تمھارا لیا ہے اور تم ان برتنوں پر مر رہی ہو! افسوس ہے بھئی تم پر۔''

باجی بولتی رہیں مگر وہ سنی ان سنی کیے مٹی کے برتنوں کو بحفاظت پیک کرتی رہی۔“

☆......☆

شادی کے ڈیڑھ سال بعد تانیہ کی فروہ کے ساتھ ملاقات ہوئی۔

تانیہ نے اسے اصرار کر کے دعوت پر بلایا تو وہ چلی گئی۔ اس کا کھلا کھلا خوش باش چہرہ دیکھ کر تانیہ نے اس کی پرسکون زندگی کا راز اس نے پوچھا تو بولی:

”بس اللہ کی یاد، اللہ کو پالینے کی جستجو، دنیا کی فکر سے آزادی۔“

”سسرالی رشتوں کی لگتا ہے فکر سے آزاد ہو۔“ تانیہ نے ہنس کر کہا۔ ”ہم اس جھنجھٹ میں جکڑے ہوئے ہیں تو کہاں پرسکون ہو سکتے ہیں۔“

”ارے نہیں، یہ تو انہی کی طرف سے بخوشی رضامندی ملی ہے، ورنہ میں تو علیحدگی بالکل نہیں چاہتی تھی، بھلا اپنوں سے بھی جدائی کا کوئی سوچ سکتا ہے۔“

فروہ جلدی سے بولی۔

”بس تانیہ! میں نے اس گھر میں قدم رکھا ہی سمجھوتے کی نیت سے تھا۔ میں نے ان پر اپنا مال، اپنی جان، اپنا آرام قربان کیا بغیر کسی صلے یا ستائش کی آرزو کے۔ نہ کبھی اپنے سامان کے استعمال پر برا مانا بلکہ میں نے تو اپنا تقریباً سارا ہی سامان چھے ماہ بعد ہی اپنی نند کی شادی میں دے دیا۔ بس میری قدر میری محبت سب کے دل میں بڑھ گئی۔ میرے ساس اور سسر نے جنھیں میں امی جان اور ابو جان کہتی ہوں، انھوں نے بھی میرے مسائل بابت سوچنا شروع کر دیا۔ انھیں خیال آیا کہ مجھے پردے میں پریشانی کا سامنا ہوتا ہے تو انھوں نے میرے پردے کا خیال کرتے ہوئے مجھے الگ گھر بنوا دیا۔ حالانکہ مجھے ذرا بھی کوئی مسئلہ نہ تھا، میں اپنے پردے کا پورا خیال رکھتے ہوئے بھی گھر کے کاموں میں بھرپور حصہ لیتی تھی، خیر اب میرا چھوٹا سا پرسکون گھر ہے جہاں نہ زیادہ سامانِ آسائش ہے نہ زیادہ کوئی جھنجھٹ، وہ تو شکر ہے کہ تمھارے بھائی بھی میرے ہم خیال ہی ہیں۔ میں نے تین سہہ روزے لگائے ہیں اور پندرہ دن بھی لگا چکی ہوں۔ اپنی اور امت کی اخروی فکر میں جان مال وقت لگانا میری تمنا تھی سو پوری ہوئی۔“

تانیہ اسے رشک سے دیکھ رہی تھی۔

”ماشاءاللہ، بہت خوشی ہوئی اللہ مزید کامیابی عطا کرے تمھیں، میرے لیے بھی دعا کرنا۔“

تانیہ نے اسے خلوص سے دعا دی تو فروہ نے مسکراتے ہوئے دعاؤں کے موتی چنتے اور زیرِ لب اس کے لیے دعا میں مشغول ہوگئی۔

☆☆☆

۱۷

اور میں اپنے وعدے پر پورا اتروں گا!

جبیں چیمہ

قاسم اپنی بہنوں کے درمیان بیٹھا حلیمہ کی داستان سن رہا تھا۔ اس کی آنکھیں کبھی غیظ و غضب سے سرخ انگارہ ہو جاتیں اور کبھی مظلوم فلسطینی بچوں اور عورتوں پر ڈھائے جانے والے مظالم سے اس کی آنکھ میں نمی آ جاتی۔

”ماموں! وہ کہہ رہے تھے کہ وہ مجھے دوبارہ لے جائیں گے، مگر میں ان کے ہاتھ لگنے کی بجائے مرنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔“ محمد بولا۔

وہ بارہ سالہ بچہ جو عام حالات میں چھٹی ساتویں میں پڑھ رہا ہوتا، بے فکری کی نیند سوتا اور بے فکری سے دن کھیل کود میں گزارتا۔ اس نے ہوش سنبھالتے ہی اتنا کچھ دیکھ لیا تھا اور وہ اتنا کچھ سہہ چکا تھا کہ اب وہ کسی بڑے مدبر کی طرح باتیں کرنے لگا تھا۔

”ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔“ قاسم پرسوچ آواز میں بولا۔

”انھوں نے مجھے بھی یہی کہا تھا۔“ حلیمہ بولی۔ ”مگر میں مرنے سے پہلے ایک بار جنوبی غزہ میں اپنے گھر جانا چاہتی ہوں، خواہ وہ ملبے کا ڈھیر ہی کیوں نہ ہو۔“

حلیمہ کی آواز اور آنکھوں میں ایسی حسرت تھی کہ قاسم انکار نہ کر سکا۔

”ہمارے پاس صرف تین دن اور ہیں، انھی دنوں میں ہمیں وہاں آنا اور جانا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ہم کیسے وہاں جا سکتے ہیں۔“ قاسم بولا۔

تینوں بہنوں نے قاسم کے ساتھ اسی خیمے میں قہوہ پیا۔ وہ کھانے پینے کی چیزیں جو ان تک پہنچی تھیں، انہوں نے وہ بھی قاسم اور عبدالرحمن کو پیش کیں مگر انھوں نے بچوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

”یہ ان کا حصہ اور حق ہے، ہمیں ہمارا رب رزق دے رہا ہے۔“

”یہ جنگ کب ختم ہوگی؟“ طلحہ نے اپنے بابا سے پوچھا۔ ”میں واپس اپنے گھر جانا چاہتا ہوں۔ میں اپنے اسکول جانا چاہتا ہوں۔ بابا! مجھے لگتا ہے۔ میں دوبارہ اپنے گھر جاؤں گا تو فاطمہ وہیں ہوگی اور میری پیاری نانی اماں بھی۔“

طلحہ باپ سے چمٹ کر رونے لگا۔

”طلحہ! وہ سب امتحان سے گزر چکے ہیں۔ فاطمہ اپنی نانی جان اور نانا جان کے ساتھ جنت کے باغوں میں ہے۔ وہ اس گندی دنیا میں کیوں واپس آنے لگی؟ تم اس ننھے بچے کی طرف دیکھو جو اتنی سی عمر میں ہر رشتہ کھو چکا ہے سوائے بہن کے مگر تمھارے پاس تو ہم سب ہیں۔“ عبدالرحمن نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

”ہم اس عفریت کو تباہ و برباد کر دیں گے طلحہ! بہت جلد ان شاء اللہ۔“

اسی وقت ناصر آتا نظر آیا۔ قاسم اور عبدالرحمن کو زندہ سلامت اپنے سامنے دیکھ کر وہ کافی دیر تک تو بولنے کے قابل ہی نہ رہا، پھر بے اختیار ان سے لپٹ گیا۔

”آپ کہاں چلے گئے تھے؟“ اس کی بیوی نے اس سے پوچھا۔

”میں کچھ لوگوں سے ملنے گیا تھا جو کل مصر کی سرحد عبور کرنے والے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم بھی ان کے ساتھ مصر جاؤ اور وہاں سے اردن۔ تم بچوں کے پاس ہوگی تو میں اطمینان سے اپنی ڈیوٹی دے سکوں گا۔“ ناصر نے لیلیٰ سے کہا۔

”ہاں اختی لیلیٰ! اب آپ کو اپنے گھر جانا چاہیے۔ اس مجاہدہ اور اس مجاہد کی دیکھ بھال کے لیے جو اللہ نے آپ کے سپرد کر رکھے ہیں۔“

قاسم نے اس کے سر پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

”میں حلیمہ آپا کو اس حال میں چھوڑ کر کیسے چلی جاؤں؟ ابھی تو ہم ملے ہیں۔ کیا بچھڑنے کا وقت اتنی جلدی آ گیا؟“

حلیمہ آپا کو اب آرام کرنا چاہیے۔ نجانے کب سے نہیں سوئیں۔“

قاسم اور عبدالرحمن اب جانا چاہ رہے تھے۔

”ہم صبح یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔“ جاتے جاتے قاسم نے انھیں کہا۔

”میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا قاسم ماموں!“ محمد بولا۔

”ضرور ان شاء اللہ۔“

اور اس سے اگلی صبح لیلیٰ اور حلیمہ ایک دوسرے سے رخصت ہو رہی تھیں۔ آنسوؤں اور دعاؤں کے ساتھ فجر کی نماز کے ساتھ ہی قاسم حلیمہ اور محمد کو لینے آ گیا تھا۔ وہ ان دونوں کے لیے خاکی رنگ کا لباس لے کر آیا تھا جو پتھریلی زمین پر لیٹنے سے بالکل زمین کے رنگ سے ملتا جلتا تھا۔ وہ تینوں حلیمہ کی وجہ سے آہستہ رفتار میں چل رہے تھے۔ حلیمہ اور محمد قاسم کی پیروی کر رہے تھے۔ وہ کچھ دور ہی گئے تھے کہ چند جھاڑیاں اپنی جگہ سے سرکنے لگیں۔

سردی کی شدت کی وجہ سے لوگ خیموں میں ہی زندگی اور موت کی جنگ لڑنے میں مصروف تھے۔

وہ قریب پہنچے تو جھاڑیوں میں اتنا راستہ بن چکا تھا کہ ایک انسان آسانی سے گزر سکے۔ پہلے محمد اندر داخل ہوا۔ پھر حلیمہ اور آخر میں قاسم۔ اور قاسم کے داخل ہوتے ہی جھاڑیاں اور گھاس کا تختہ اپنے اصلی مقام پر آ گیا۔ وہ ٹارچ کی روشنی میں نیچے اترنے لگے۔ نیچے عجیب بھول بھلیاں تھیں۔ نیچے بے شمار راستے تھے۔ قاسم انھیں لیے ہوئے ایک کھلی سرنگ میں چلنے لگا۔ اس میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پھر بھول بھلیاں آ جاتیں۔ کہیں کہیں سے ہلکی سی بھنبھناہٹ بھی سنائی دیتی مگر پھر وہ آوازیں اچانک ختم ہو جاتیں۔

حلیمہ خالہ کو محمد نے سہارا دے رکھا تھا۔ کچھ اور آگے جا کر انھیں ایک موٹر سائیکل کھڑی نظر آئی۔ حلیمہ اور محمد قریب پہنچے تو انھوں نے دیکھا۔ ایک آدمی سر سے پاؤں تک خاکی لباس پہنے منہ پر ماسک لگائے ان کے لیے خُبز (روٹی) اور قہوہ لیے کھڑا تھا۔

اس نے چند لمحے قاسم سے اشاروں میں کچھ بات کی اور پھر وہ کسی طرف نکل گیا۔

قاسم نے حلیمہ کو پیچھے اور محمد کو آگے بٹھا کر بائیک چلانا شروع کی۔ نجانے وہ انھیں کس راستے سے لے کر جا رہا تھا کہ سوائے آٹھ فٹ اونچی چھت اور چھ فٹ چوڑی سرنگ کے انھیں کچھ بھی نہیں دکھائی دے رہا تھا۔ یہ اندر ہی اندر چالیس میل لمبی سرنگ تھی۔ جو سرنگوں کے اس جال میں سے تھی جو غزہ کی پوری پٹی میں اندر ہی اندر بنائی گئی تھیں۔ یہ سرنگ انھیں جنوبی غزہ کی طرف لے جا رہی تھی۔ سرنگ میں ہلکی سی روشنی کہیں سے آ رہی تھی اور ہوا کا بھی یقیناً گزر تھا۔

وہ تقریباً آدھا راستہ طے کر چکے تھے تب انھیں کچھ چہل پہل اور ہلکی ہلکی باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ایک جگہ انھیں ایسا لگا جیسے لوہے کو کوٹا جا رہا ہے کہیں کہیں رائفل چلنے کی بھی آواز سنائی دیتی، مگر وہ سب ان کی آنکھوں سے اوجھل تھا۔ کئی جگہ قاسم نے موٹر سائیکل روک کر حلیمہ کو کچھ دیر آرام کرنے کے لیے بھی کہا مگر غزہ جانے کے لیے وہ اتنی بے

چین تھی کہ اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ اڑ کر اس بستی میں پہنچ جائے جہاں اس کے ماں باپ تھے۔اس کا گھر تھا۔

وہ ایک جگہ رکے تھے تو حلیمہ بولی: ”جانتے ہو قاسم میرے بھائی؟ اس دن جس دن وہ درندے مجھے لے کر جا رہے تھے، جب امی کے ہاتھ سے میرا ہاتھ چھوٹا تو امی کے ہاتھ کا وہ لمس سارا وقت میرے ساتھ رہا۔ درندگی کی وہ راتیں، وہ شرمناک اور بہیمانہ سلوک جو وہ اس خاکی اور فانی جسم کو ہر طرح سے توڑتے جلاتے اور روندتے ہوئے کرتے رہ،ے مگر درد کے اس سارے دور میں اماں کا لمس ابا کی اور تم بہن بھائیوں کی دعائیں میرے ساتھ ساتھ رہیں۔ میں جب درد کی شدت سے نڈھال ہو جاتی تو کہیں سے آ کر پاکستانی ڈاکٹر عافیہ صدیقی میرے پاس آ بیٹھتیں۔ وہ میرے زخموں پر پھاہے رکھتیں۔ وہ مجھے حوصلہ اور تسلی دیتیں، کہتیں: مجھے دیکھو تمھیں تو غاصبوں نے پکڑا مگر مجھے میرے اپنے محافظوں نے خود پکڑ کر دشمن کے حوالے کیا۔ وہ کہتیں، شکر کرو تم ایک ماں نہیں ہو۔ میں ایک ماں بھی ہوں۔ مجھے علیحدہ کمرے میں بند کیا گیا اور میرے بچوں کو ساتھ والی کوٹھڑی میں، میرا چھوٹا بچہ جب میرے لیے کُرلاتا تو میں بھی اس کے لیے ماہی بے آب کی طرح تڑپا کرتی۔“

حلیمہ کی بند آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

”مگر خالہ! وہ تو امریکا کی کسی جیل میں بند ہیں۔ وہ آپ کے پاس کیسے آ سکتی ہیں؟“

محمد نے حیرت سے پوچھا۔

”مجھے نہیں پتا مگر دکھوں کی بہت سی راتیں وہ میرے ساتھ گزارتیں، وہ مجھے حوصلہ دیتیں اور کبھی مجھے لگتا بابا میرے پاس بیٹھے قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہیں۔ قرآنی آیات سے آہستہ آہستہ میرے زخم سلنے لگتے۔“ حلیمہ بولی۔

وہ تھوڑا سا آگے گئے تو راستے میں ایک تھیلا پڑا ہوا نظر آیا۔ اس میں زیتون اور پانی تھا۔ خبز کا ایک ٹکڑا بھی موجود تھا۔ قاسم چاہتا تھا کہ حلیمہ کچھ دیر کے لیے سو جائے مگر حلیمہ کی آنکھوں میں رقم ہزاروں داستانیں اسے کسی پل چین نہیں لینے دیتی تھیں۔ وہ اس طویل اسیری کی ہر بات ان کو بتا دینا چاہتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ امی کہیں سے آ جائیں تو وہ ان کی گود میں سر رکھ کے اپنی ساری تکلیفیں سارے دکھ کہہ دے۔

وہ انھیں بتائے کہ جب اس کے پاؤں کے ناخن اکھیڑے گئے تو اسے کتنی تکلیف ہوئی۔ وہ بتائے کہ جب اس پر ابلتا ہوا پانی ڈالا گیا تو وہ کتنے دنوں اس تکلیف سے تڑپتی رہی۔ وہ اپنی ماں کو بتانا چاہتی تھی کہ کیسے وحشی درندے مسلمان لڑکیوں اور لڑکوں سے اپنی ہوس مٹاتے ہیں اور قاسم سے وہ یہ سب نہیں کہہ سکتی تھی مگر کیا وہ جانتا نہیں تھا؟ کیا اس کو معلوم نہیں تھا کہ ننھے معصوم بچوں سے لے کر سولہ سترہ سال کی لڑکیوں اور لڑکوں کو اسرائیلی درندوں نے پکڑ کر کیسے زندہ حالت میں ان کی ساری جلد اتاری، پھر اسی تڑپتی حالت میں ان کے گردے، دل اور جگر نکالے اور پھر ان کے ٹشوز نکال کر ان کے شاخ شاخ ہوئے گل بدنوں کو گڑھے کھود کر دبا دیا۔

”کیا یہ ظلم کی داستانیں ہمارے مسلمان ملکوں میں نہیں پہنچ رہیں۔؟“

حلیمہ نے خود کلامی کی۔

”کون سے مسلمان ملک، نام نہاد مسلمان اسلام سے پیچھا چھڑانے کی تگ و دو میں ہیں۔ مصر کے حکمران اسرائیل سے زیادہ اسرائیل کے وفادار اور اسرائیل سے زیادہ حماس کے دشمن ہیں۔ سعودی عرب میں آج کل فلم میلہ چل رہا ہے۔ (جاری ہے)

☆☆☆

ابا! تم نے گھوڑے کو گھر میں تنہا کیوں چھوڑا؟

پیارے ابّا!
آج مجھے تم کس جانب لے جاتے ہو؟
پیارے بیٹے!
جس جانب دلدار ہوائیں چلتی ہیں
یہ کہہ کر وہ باپ اور بیٹا کھلیانوں سے نکلے
اور ”پرانے عکا“ شہر کی دیواروں تک پہنچے
بونا پارٹ کے سنگدل لشکریوں نے جہاں بنائے
گرمی سے بچنے کو ٹیلوں کے مصنوعی سائے
باپ نے تب بیٹے سے کہا:
اے میرے لختِ جگر!
اس اڑتے بارود کی آتش سے ہر گز مت ڈر
نیچے لیٹ اور مٹی کے سینے پہ رکھ دے سر
بچ نکلے تو چڑھ جائیں گے اونچے پربت پر
جب یہ لشکری لوٹ کے اپنے دیس کو جائیں گے
ہم تب اپنے کھلیانوں میں واپس آئیں گے
پیارے ابا!
اپنے گھر میں پیچھے کون بسے گا؟
پیارے بیٹے!
گھر اپنے بھیتر خوشحال رہے گا
پھر اس نے گھر کی چابی کو ہاتھ میں لے کر دیکھا
ہاتھ پہ وہ اس طور رکھی تھی جیسے ہاتھ کا حصہ
دونوں چلتے چلتے ناگ پھنی کے جھاڑ سے گزرے
بیٹے!
جہاں نظر آتے ہیں تجھ کو کیچل، دھبے
عین یہیں انگریز نے مجھ کو دو راتیں بلوایا
تیرے ساونت باپ کو دوہری مشکوں میں کسوایا
لیکن آخر تک وہ اس سے کچھ نہ اگلوا پایا
پیارے بیٹے!
تم جب تھوڑے اور بڑے ہو جانا
ان بندوقوں کے ورثا کو
یہ دھبے دکھلانا
آہن پر کندہ شبِ خون کی تحریریں پڑھوانا
ابا!
تم نے گھوڑے کو گھر پہ تنہا کیوں چھوڑا؟
بند دریچے، خالی آنگن اور بے چارہ گھوڑا
تاکہ گھر آنگن اس کے ہونے سے ڈھارس پائیں
گھر مرجاتے ہیں بیٹا!
جب یہ خالی رہ جائیں

☆

(محمود درویش کے قصیدے سے مقتبس)
(ترجمہ: نجمہ ثاقب)

فریحہ فراز۔کراچی

عید کا دسترخوان

شاہی چکن:

عید پر صرف بریانی، قورمہ، پلاؤ کی دعوت اب بہت پرانی ہو چکی ہے۔ بے شک ان کے بغیر عید کا دسترخوان ادھورا ہے لیکن اب اکثر لوگوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ مینو میں کچھ نیا بھی ضرور موجود ہو۔

اسی حوالے سے آج آپ کے لیے انتہائی مزے دار ڈش لے کر آئی ہوں جسے ہم نے خاص طور پر شاہی چکن کا نام دیا ہے اور یہ ڈش دہلی والوں کی مخصوص ترکیب کی ڈش ہے۔
تو آیئے دیکھتے ہیں شاہی چکن بنانے کے لیے کون سے اجزا درکار ہیں۔

اجزا:

مرغی کا گوشت: ایک کلو، زیرہ: ۱ کھانے کا چچ، کھوپرے کا چورا: ۲ کھانے کے چچ، خشخاش: ۲ کھانے کے چچ، نمک: ڈیڑھ کھانے کا چچ یا حسبِ ذائقہ، پسی ہوئی لال مرچ: ۱ چائے کا چچ یا حسبِ ذائقہ، کٹی ہوئی لال مرچ: ۱ چائے کا چچ یا حسبِ ذائقہ، لیموں: ۳ عدد، ہری مرچیں: ۵ عدد، بادام: ۱۰ عدد۔

ترکیب:

خشخاش، کھوپرا، بادام اور زیرہ ایک جگہ کر کے اچھی طرح پیسیں اور الگ رکھ دیں، پھر اس میں نمک، پسی لال مرچ اور کٹی ہوئی لال مرچ ملا لیں۔ ساتھ ہی اس میں تین لیموں کا رس نچوڑیں اور اس کا پیسٹ سا بنا لیں۔ تھوڑا سا پیسٹ ہری مرچوں میں بھر لیں اور باقی کٹ لگے ہوئے مرغی کے گوشت پر لگائیں اور اس طرح میرینیٹ کریں کہ مصالحہ اندر تک رچ بس جائے۔

اسے ساری رات کے لیے فریج میں رکھ دیں۔ اگر زیادہ وقت نہیں ہے تو پھر پانچ سے چھ گھنٹے کے لیے بھی میرینیٹ کر کے رکھ سکتے ہیں۔
ایک فرائی پین میں اتنا تیل ڈالیں جتنا آپ کھانا پکانے کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ تیل ہلکا گرم ہونے پر مرغی کے گوشت کا ایک ایک پیس فرائی کریں اور الگ پتیلی میں رکھ کر ڈھکن لازمی ڈھکیں۔
گوشت فرائی کرنے کے بعد مصالحہ بھری ہری مرچیں فرائی کریں اور چکن پر ڈال دیں۔ پین میں بچا ہوا تیل گوشت کے اوپر ڈال لیں اور ڈھک دیں، پھر ہلکی آنچ پر دس سے پندرہ منٹ پکائیں اور لیجیے شاہی چکن تیار ہے۔

شیر خرما:

شیر خرما یا شیر خورما (دودھ مع کھجوریں) اردو میں یہ لفظ فارسی زبان کے لفظ ''شیر'' مطلب 'دودھ' اور ''خرما''، یعنی ''خشک کھجوریں'' (جنھیں چھوہارے کہتے ہیں) سے مل کر آیا ہے۔
یہ ایک طرح کا میٹھا پکوان ہے، جو دودھ اور سویاں سے بنایا جاتا ہے اور عموماً اسے برصغیر اور مشرق وسطیٰ کے مسلمان گھرانوں میں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے موقع پر بنایا جاتا اور عید ملنے کے لیے آنے والے مہمانوں کو پیش کیا جاتا ہے۔

اجزا:

شیر خرما کے چار بنیادی اجزا سویاں، دودھ، شکّر اور چھوہارے ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر اجزا مثلاً خشک میوہ جات، الائچی، زعفران اور عرق گلاب وغیرہ مختلف علاقوں میں اپنی اپنی پسند کے حساب سے ڈالے جاتے ہیں۔
دودھ ایک لیٹر، الائچی پسی ہوئی آدھے چائے کا چچ، شکر ایک کپ، چھوہارے کٹے ہوئے پانچ عدد، پستے، کٹے ہوئے آدھا کپ، دیسی گھی آدھا کپ، بادام بارہ عدد، کاجو پانچ عدد، سویاں ایک پاؤ، اگر کھویا پسند کرتے ہیں تو سو گرام یا حسب پسند لے لیں۔

ترکیب:

ایک درمیانے پتیلے میں دودھ گرم کریں، پھر الائچی پاؤڈر اور چینی شامل کر کے پکائیں۔
اب پانچ سے دس منٹ کے لیے ہلکی آنچ پر دم پر رکھ دیں۔
ایک فرائی پین میں گھی ڈال کر گرم کریں اور سویوں کو بھون لیں۔
اب بھنی ہوئی سویوں کو دودھ میں شامل کر کے پکائیں۔
پھر کٹے ہوئے چھوہارے ڈال کر نرم ہونے تک پکائیں۔
اب پستے اور کھویا ڈالیں اور چچ سے ہلائیں۔
گاڑھا ہو جائے تو بادام پستے سے سجاوٹ کر لیں۔
مزے دار شیر خرما تیار ہے۔

☆☆☆

اہلیہ راشد اقبال

چندا ماما لائے چندا نامہ

’’اللہ جی! میرے کتنے سارے کام پڑے ہوئے ہیں۔ اگر آج چاند ہو گیا تو میں کیا کروں گی؟‘‘ اسماء پریشانی میں ادھر ادھر الماریاں کنگھال رہی تھی۔

سعد عصر پڑھ کر آیا تو گول گول آنکھیں گھماتا ہوا اس کے سر پر آن کھڑا ہوا۔

’’تم نے ابھی تک پکوڑے تلنا شروع نہیں کیے اور یہ کمرے میں کپڑوں کے ’کے ٹو‘ پہاڑ کیوں بنائے ہوئے ہیں؟‘‘

’’ایک پہاڑ کا گولہ، دھنک کر تمھارے منہ پر دے مارنے کو دل چاہ رہا ہے۔ بڑا آیا پکوڑے کیوں نہیں بنائے؟‘‘ اسماء نے اس کی نقل اتاری۔

’’ہاں تو کیوں نہیں بنائے؟ اس وقت تو افطاری بنانے کی تیاری کرو ناں! یہ کپڑے کیوں اچھال رہی ہو؟‘‘

’’تمھیں پتا ہے میرے نئے سوٹ کا دوپٹہ نہیں مل رہا۔ مجھے پیکو کروانا تھا، نجانے کہاں مر گیا؟ اف اللہ!‘‘

اسماء نے پھر ایک بار کپڑوں کے پہاڑ دھنکنا شروع کر دیے۔

’’مگر میرے پکوڑے اور وہ رنگ برنگے (رنگ پاپڑ)۔‘‘

’’سعد کے بچے! تم دفع ہو جاؤ یہاں سے۔‘‘

’’بھئی میری تو شادی نہیں ہوئی اور تم میرے بچوں کو آواز دے رہی ہو۔ اب ایسے تو نہ کرو ناں، پہلے تم جیسی بلا کو ٹالنا پڑے گا تبھی میرے سہرے کے پھول کھلیں گے۔‘‘

’’اللہ اب میرا وہ گرین والا سوٹ کہاں چلا گیا؟‘‘

اسماء روہانسی ہو گئی۔

’’پھوہڑ! اپنی چیزیں سنبھال کر کیوں نہیں رکھتیں اور پھر جلے ہوئے پکوڑوں کی طرح شکل بناتی رہتی ہو!‘‘

’’پھر پکوڑے۔‘‘ اسماء نے سعد کو گھورا۔ ’’تمھارا دل نہیں بھرا ندیدے پورا مہینہ پکوڑے ٹھونس ٹھونس کر۔‘‘

’’لو جی، پکوڑوں سے کس کا دل بھرتا ہے؟ میرا بس چلے تو تم سے کل عید والے دن بھی پکوڑے بنواؤں۔‘‘

’’کل عید کا پکا ہے کیا؟‘‘

’’ہاں بس چندا ماما اپنی شکل دکھانے ہی والے ہیں۔‘‘

’’نہیں بھئی! آج چاند نہیں ہونا چاہیے۔ مجھے بہت سارے کام کرنے ہیں اور میرا وہ دوپٹہ جس کا پیکو کروانا ہے، اس کا کیا ہو گا؟ ابو اور بھائی تو کبھی باہر جانے نہیں دیں گے آج کی رات۔‘‘

’’ہاں تو ٹھیک ہے ناں! ایسے ہی ہونا چاہیے تم جیسی کاہلوں کے ساتھ، پورے پورے مہینے تیاری کرنے پر بھی تم لوگوں کے کام نہیں ہوتے۔ ہمارا صحیح ہے قمیص شلوار ٹوپی پہنی، بس تیار، مگر تم پکوڑے ضرور تیار کر لو، دیکھو روزہ کھلنے میں بس گھنٹہ ہی باقی ہے۔‘‘

’’بھابی پکوڑے بنا رہی ہیں، جان چھوڑو میری اب۔‘‘

اسماء نے ہاتھ جوڑے۔

’’اسماء پھپھو! ماما آپ کو باورچی خانے میں بلا رہی ہیں۔‘‘

ارسلان بھاگتا ہوا آیا اور نئے کپڑوں کے ٹیلے پر بیٹھ گیا۔

’’ارسلان اٹھو یہاں سے، خراب ہو جائیں گے کپڑے، کتنے قیمتی ہیں، اف اللہ ہٹو یہاں سے۔‘‘

رمضان المبارک کے لمحات کو قیمتی بنانے کے لیے...... دعاؤں کا مجموعہ

مستند مجموعۂ اوراد و وظائف

(رمضان ایڈیشن)

- فضائلِ رمضان مع مسائلِ رمضان
- مختلف قرآنی سورتوں کے فضائل
- فضائلِ دعا، ستر استغفار، چہل ربّنا
- جادو ٹونہ وغیرہ سے حفاظت کی دعائیں
- عافیت، غم و پریشانی سے راحت، نماز وغیرہ سے متعلق دعائیں اور جمعۃ المبارک کے اعمال

صرف 950/-

خود بھی مطالعہ کیجیے اور متعلقین کو تحفے میں دے کر کتاب دوست بنائیے۔

بیت العلم (الوقف)

رابطہ نمبر: 0309-2228089، 0321-8566511 برائے تجاویز: 0322-2583196

Visit us: www.mbi.com.pk maktabaibaitulilm

''ارسلان! آپ کی مما کون کون سے پکوڑے بنا رہی ہیں؟ دیکھو آلو والے تھوڑے زیادہ ہونے چاہییں۔''

سعد کی گاڑی پکوڑا اسٹیشن پر ہی رکی ہوئی تھی۔

''چاچو! آپ کیا روزہ پکوڑوں کے لیے رکھتے ہیں؟'' ارسلان نے بھی تاک کے تیر مارا۔

''ہی ہی ہی۔'' ارسلان کی بات سن کر اسماء کی بتیسی باہر نکل گئی۔ وہ تپ گیا۔

''دیکھا تمھاری جل ککڑی پھپو کتنا خوش ہوگئیں! اللہ کرے آج ہی چاند نکل اپنا دیدار کروا دیں، پھر پتا چلے گا اس اسماء کی بچی کو کہ دوسروں پر ہنسنے کی سزا کیا ہوتی ہے۔''

''نہیں بھئی......!'' اسماء احتجاجاً بولی۔

''پھپو! مما بلا رہی تھیں۔'' ارسلان نے یاد دلایا۔

''اوہ ہاں۔'' اسماء تیزی سے اٹھ کر کمرے سے نکل گئی۔

چچا بھتیجا مل کر چاند نکلنے کی دعا کرنے لگے۔

☆......☆

''جی بھابی! آپ بلا رہی تھیں۔''

''ہاں اسماء! میں کہہ رہی تھی کہ سویاں میں نے نکال دی ہیں اور دودھ بھی زیادہ منگوالیا ہے، چاند کا اعلان ہوتے ہی فوراً شیر خرما ابھی سے بنا لینا۔ گیس کے آنے جانے کا کچھ پتا نہیں ہوتا۔''

''بھابی! اللہ کرے آج چاند نہ ہو۔ پورے تیس روزے ہوں اور دعا کا برکت کا وقت مل جائے۔''

''ہاں جی! اتنی برکت تو ضروری ہے کہ تمھارے دوپٹے پیکو ہو جائیں۔'' بھابی مسکرائیں۔

امی دعا سے فارغ ہو چکی تھیں، انھوں نے لقمہ دیا: ''اس لڑکی کے کام تو آخر تک ختم نہیں ہوتے۔''

''امی! اب آپ شروع نہ ہو جایئے گا۔ سعد نے مجھے ویسے ہی بہت جلایا ہے، اب چاند نکلنے کی دل و جان سے دعائیں مانگ رہا ہے۔''

''ہمم......وہ تو تمھاری بھابی بھی مانگ رہی ہیں۔''

''بھابی بھئی کیوں؟؟ اب آپ کو کل عید ہونے نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے؟'' اس نے احتجاج کیا۔

''لو جی۔'' بھابی نے مسکرا کر آنکھیں پھیلا لیں۔ ''ہمارا چاند بھی تو چاند نکلنے پر نکلے گا ناں!''

''اللہ جی۔'' اسماء نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

''کیوں تمھیں انتظار نہیں، تمھارے ابو اور بھائی کے اعتکاف سے نکلنے کا؟''

ہاں ہاں ہے، کیوں نہیں؟'' اسماء نے مروتاً کہا۔ ''مجھے تو لگتا ہے آپ، اپنے چاند کا عید کے چاند سے بھی زیادہ انتظار کر رہی ہیں۔''

امی ان کی باتوں سے محظوظ ہو رہی تھیں۔

''تمھارے بھائی کو چکن کڑاہی بہت پسند ہے۔ سوچ رہی ہوں بنا لوں۔ ابھی کپڑے بھی استری کر دیے ہیں تمھارے بھائی آ گئے تو میں......''

''ارے بھابی چاند نکلا نہیں ہے اور آپ اعتکاف سے نکلنے کے بعد کی پلاننگ کر رہی ہیں۔''

''ہاں اور اگر چاند نکل آیا تو......تمھارے بھائی......''

''اف اللہ! اوپر چندا ماما تو نیچے چندا نامہ شروع ہو چکا ہے!'' اسماء نے بھابی کی بات پوری ہونے سے پہلے اپنا جملہ پھینکا۔

''تمھارے ابو بھی تو اعتکاف سے نکلیں گے، ذرا اُن کا سوٹ بھی استری کر دو۔''

''یعنی اب اُدھر بھی چندا نامہ شروع۔''

اسماء کے بے ساختہ جملے پر امی اور اسماء بھابی ہنسی نہ روک سکے۔

☆......☆

مغرب کی نماز پڑھتے ہی ڈھیروں کی تعداد میں برتن دیکھ کر اس کا منہ بن گیا۔ ہمیشہ سے ہی دھلنے والے برتن اس کا منہ چڑاتے اسے بہت برے لگتے تھے۔

بھابی کا کام باورچی خانہ سمیٹ کر چائے بنانا تھا، سو اُن کے ہاتھ تو بڑی سرشاری و خوشی سے تیز تیز چل رہے تھے اور اسماء پٹخ پٹخ کر برتن دھو رہی تھی۔ شاید امی کو آواز چلی ہی گئی جو اس کے کان کھینچنے آ گئیں۔

''پورے محلے کو پتا چل گیا ہوگا، آج اسماء بی بی برتن دھو رہی ہیں بلکہ برتنوں کی دھلائی کر رہی ہیں۔''

''امی کیا ہے، دھو تو رہی ہوں۔'' برتنوں کے ساتھ پاؤں بھی پٹخ کر اسماء نے احتجاج کیا۔

''اسماء جلدی کرو ناں! پھر چاند دیکھنے چھت پر چلتے ہیں۔ میں نے چائے تھرماس میں نکال دی ہے، بس ذرا حلیہ درست کر لوں۔ چاند نکل آیا تو تمھارے بھائی مجھے اس حلیے میں دیکھ کر ناراض ہوں گے۔''

''چاند نہیں نکلے گا بھابی!'' اسماء نے کمرے میں جاتی بھابی کو زور سے آواز لگا کر بتایا۔

''ہاں ہاں بس نکلنے ہی والا ہے۔''

بھابی کو چاند سے زیادہ اپنے چندا کو دیکھنے کا انتظار تھا۔

''چائے تیار ہے؟ اسماء ذرا چائے تو دے دو......'' سعد پھر اس کے سر پر آن کھڑا ہوا۔ ''اور وہ بچے ہوئے پکوڑے کہاں گئے؟''

وہ اِدھر اُدھر جائزہ لینے لگا۔ ''کہیں تم نے تو نہیں ٹھونس لیے؟''

''میں تمھاری طرح نہیں ہوں۔ بھابی ارسلان کے لیے لے کر گئی ہیں، اس نے کچھ کھایا نہیں تھا۔''

''کوئی بات نہیں وہ تو اپنا پکا پارٹنر ہے، میرے بغیر تو اس کے حلق سے نہیں اترے گا۔''

اسی وقت قریبی مسجد میں مائیک کھڑکھڑانے کی آواز آئی۔ اسماء کا دل بھی کھڑکھڑا گیا۔

''لگتا ہے اعلانِ چاند ہے شاید......!'' اسی وقت سعد کے موبائل پر دھڑا دھڑ میسیجز آنے شروع ہو گئے۔

''حضرات شوال کا چاند نظر آیا ہے کل عید کی نماز......''

اعلان سنتے ہی اسماء کا رنگ پھیکا سا پڑ گیا۔

''چاند مبارک ہو امی!'' سعد نے امی کو مبارک باد دی۔

''خیر مبارک بیٹا!''

''تمھیں بھی مبارک ہو پکوڑے ناک والی، چاند نظر آ گیا۔'' وہ مسکرا کر کہنے لگا۔ ''اب پتا چلے گا! میرا دوپٹہ میرا سوٹ۔'' سعد اس کی نقل اتارنے لگا۔

''امی......!'' اسماء جھنجھلانے لگی۔

''اچھا امی! میں مسجد جا رہا ہوں، ابو اور بھائی اعتکاف سے نکل آئے ہوں گے۔''

چاند کا اعلان سنتے ہی بھابی کے چہرہ چمک اٹھا تھا۔ اس کے دل نے چپکے سے ماشاءاللہ پکارا۔

'مبارک ہو امی!'' بھابی بولیں۔

''تم کو بھی مبارک ہو بیٹا!'' امی نے جواباً کہا۔

''امی! میرا دوپٹہ۔''

''بھئی تمھارے ابو لیلۃ الجائزہ میں کسی فضول کام کی اجازت نہیں دیتے۔ جلدی جلدی کام نمٹا لو، چلو بھئی چلو، انعام لینے کا وقت آ گیا ہے، میں ذرا دعائیں کر لوں۔''

امی خوشی میں لہراتی ہوئی چلی گئیں۔

''بھابی!'' اسماء نے بھابی کی طرف دیکھ کر کچھ کہنا چاہا۔

''انعامات کی رات ہے، انعامات لینے کی تیاری پکڑو بس، جلدی جلدی کرو سب۔''

☆......☆

ابو اور بھائی گھر میں داخل ہوئے تو ایک رونق لگ گئی۔ یہی چاند رات کی رونقیں تھیں۔

''مما! میں بھی مہندی لگاؤں گا۔'' ارسلان فریج میں کون مہندی نکال لایا۔

''ارے لڑکے تھوڑی مہندی لگاتے ہیں۔'' بھابی نے

پیار سے اس کو بہلایا۔

’’تو ٹھیک ہے میں پھپھو کے مہندی لگاؤں گا۔‘‘

’’میرے؟ نا بابا ناں میرے ہاتھ یوں ہی ٹھیک ہیں۔‘‘

’’کیوں بھئی ایسے کیوں ٹھیک ہیں؟ میری بیٹی کے ہاتھوں میں تو اب خاص مہندی لگے گی۔‘‘

ابو نے پیار سے اسماء کو اپنے پاس بلایا اور سر پر ہاتھ پھیرا۔ وہ جھینپ گئی۔

’’پھپھو اپنے ہاتھ دیں ناں، میں مہندی لگاؤں گا۔‘‘

’’نہیں ناں بھئی۔ میں خود ہی لگا لوں گی۔‘‘

ایک پھول تو بنتا ہے میرے بیٹے ارسلان کا۔‘‘ بڑے بھائی نے بیٹے کی سائیڈ لی۔ ’’بلکہ ایک پھول ارسلان بنائے گا اور ایک پھول ہونے والی ساس۔‘‘

’’کیا مطلب ساس!‘‘ سب ایک ساتھ بولے۔

’’مطلب یہ کہ ابرار انکل کا فون آیا ہے، وہ کل ہماری اسماء کی بات پکی کرنے آ رہی ہیں، یعنی ڈبل عید، ڈبل خوشی۔‘‘

’’اوہو...... یعنی چندا ماما اِن کا بھی چندا نامہ لے آئے۔‘‘ بھابی نے ہلکے سے اسے چھیڑا تو اسماء جھینپتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔

☆......☆

’’مگر میرا دوپٹہ پیکو والا اور زمرد سوٹ، جو الماری کی کھائیوں میں گم ہو چکا ہے، اب اس کا کیا ہوگا؟‘‘

اس کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

امی اس کی روہانسی شکل دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔ پھر وہ اٹھیں اور بھابی کی الماری سے اس کا زمرد سوٹ اور پیکو والا دوپٹہ نکال لائیں۔

خوشی سے اس کا چہرہ چاند کی طرح روشن ہو گیا۔

’’ارے یہ سوٹ مل گیا؟ دوپٹہ پیکو بھی ہو گیا...... کب؟‘‘

’’تمھاری بھابی نے پہلے ہی یہ کام کروا دیے تھے۔ بیٹا! یہ کام رمضان سے پہلے کرنے کے ہوتے ہیں نا کہ شب جائزہ کے لیے اٹھا رکھتے ہیں۔ آج انعامات کی رات ہے، خوب عبادت کرو، اللہ تعالیٰ سے مانگو، نہ کہ بازاروں میں ان لمحات کو ضائع کرو۔‘‘

’’جی امی۔‘‘ اسماء کی خوشی دیدنی تھی۔ وہ الٹ پلٹ کر دوپٹہ دیکھ رہی تھی۔

’’ہمیشہ ایسے ہی مسکراتے رہو۔‘‘ بھابی نے اس کے رخسار پیار سے کھینچے۔ ’’بس اب ذرا میچور ہو جاؤ، اور ذمے داریاں سنبھالنے کی تیاری کرو۔‘‘

بھابی نے اس کے ہاتھ سے دوپٹہ لے کر اس کو سر سے اڑھا دیا۔

’’اب تو دل سے بول دو...... چاند مبارک......!‘‘

’’خیر مبارک۔‘‘ اسماء کے چہرے پر چودھویں کا چاند روشن ہو گیا۔

☆☆☆

آج عید کا دن ہے!

سویرے جاگ کر میٹھا بنائیں عید کا دن ہے
سو اپنے شوہروں کا دل لبھائیں عید کا دن ہے
نہ غیروں کی نگاہوں کے لگیں نشتر مری سسٹر
سجن کے واسطے خود کو سجائیں عید کا دن ہے
نہ پیرانی بنی بیٹھی رہیں حجرے میں سنجیدہ
ہنسے بولیں ہنسائیں مسکرائیں عید کا دن ہے
کریں خیرات کا صدقات کا بھی سلسلہ جاری
سمیٹیں اب غریبوں کی دعائیں عید کا دن ہے
ہیں کتنے مستحق یہ آگے پیچھے دیکھ لیں اپنے
کریں تقسیم خوشیاں دائیں بائیں عید کا دن ہے
نئے جذبوں سے اب جوڑیں پرانی رشتے داری کو
گزشتہ رنجشوں کو بھول جائیں عید کا دن ہے
رمضان المبارک جیسے گزرا متقی بن کر
معاصی سے یونہی خود کو بچائیں عید کا دن ہے
خدا پر عرش سے ملتی ہے جا کر آہِ مظلوماں
نہ ہرگز بے بسوں پر ظلم ڈھائیں عید کا دن ہے
روا روزِ مسرت میں نہیں بے پردگی بہنو!
نہ سرکائیں سروں سے اب رِدائیں عید کا دن ہے
اگر میکے میں ہیں سسرال والوں سے ملیں جا کر
ہیں گر سسرال میں تو میکے جائیں عید کا دن ہے
اثرؔ وعظ و نصیحت مختصر فرمائیں بہنوں کو
کہ وہ جا کر پکائیں اور کھلائیں عید کا دن ہے!

☆☆☆

اثرؔ جونپوری

مصنف حافظ ذیشان یاسین صاحب کی دو بہترین کتابیں

صرف 400/-

صرف 300/-

تعارف

اس کتاب میں قرآن و سنت کی روشنی میں پانی کی اہمیت، افادیت، اسے ضائع اور آلودہ کرنے کی ممانعت، پانی کی طہارت و نجاست، بارش کے پانی کی فضیلت، پانی کے تحفظ کی ضرورت، حوضِ کوثر اور جنت کے مشروبات، پانی نجس کب ہوتا ہے، اور پانی کی درپیش شدید قلت وغیرہ کو بیان کیا ہے۔

تعارف

اس کتاب میں فقہاء کے علمی اختلاف کے اسباب بیان کیے ہیں اور علمی اختلاف کا جائز و مستحسن ہونا قرآن و سنت سے اور عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے اور اختلاف رائے کے اصول اور آداب بیان کیے ہیں۔

رابطہ نمبر: 03019235118

آئیں! مل کر اس کتاب دوستی کو فروغ دیں اور اس پیغام کو عام کریں۔

8 شاخوں اور 30 سے زائد دینی اداروں کا تعلیمی، نشریاتی، شرعی رہنمائی اور خدمات پر مشتمل ملک گیر تبلیغی منصوبہ

جامعۃ الرشید

تعلیم

تربیت

دعوت

خدمت

کارِ خیر کا ایک وسیع سلسلہ

زکوٰۃ صدقات فطرہ اور عطیات کے ذریعے

اس عظیم کار خیر میں آپ بھی حصہ لیجئے!

اپنے لیے اور اپنے پیاروں کے لیے صدقہ جاریہ کا اہتمام کیجئے

ذیل میں دیے گئے کسی بھی دفتر میں رقوم جمع کروا کر رسید حاصل کریں

جامعۃ الرشید پلاٹ 1 اسٹریٹ 4 فیز 1 سیکٹر 4 اسکیم 33، احسن آباد، کراچی فون نمبر: 021-36881352 موبائل نمبر: 0322 2000644

پبلک سروسز سینٹر (PSC) ثناء ہیون، 45/1، میزانائن فلور، مین چورنگی محمد علی سوسائٹی، کراچی فون: 021-34559170-1 موبائل: 0318-2070720

دارالافتاء والارشاد 4G1-13، ناظم آباد نمبر 4، کراچی فون نمبر: 021-36688239 موبائل نمبر: 0318-2070722

ڈیفنس (DHA) خیابان سحر، فیز 7، DHA، کراچی موبائل نمبر: 0322-2551950

https://jtr.edu.pk

0322-2000644 فوری رابطے کے لیے اس نمبر پر SMS یا Call کریں